اسلام کا اقتصادی نظام اُمہات الصّفات پر مبنی اور قائم ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۳؍جون ۱۹۶۹ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

☆ اسلام کا اقتصادی نظام قوموں میں خلل ڈالنے والا مطالبہ قبول نہیں کرتا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے لئے ایک قوت اور دائرہ مقرر کر دیا ہے۔

☆ جدوجہد، مقابلہ اور مجاہدہ کے بغیر صحیح نشوونما نہیں ہو سکتی۔

☆ اسلام کے اقتصادی نظام میں ہر فرد بشر کی جائز ضرورتیں پوری ہونگی۔

☆ قوتوں اور استعدادوں میں فرق ربّ العالمین نے پیدا کیا ہے۔

تشہد وتعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:۔

میں بتا رہا تھا کہ سب مذاہب کی غرض ہی یہ تھی کہ توحید خالص کو قائم کیا جائے مگر اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعہ قرآن کریم کی تعلیم کے نتیجہ میں انسان کو وہ روشنی مکمل طور پر عطا کی ہے جو توحید خالص کو قائم کرتی اور واضح کرتی اور اپنے جلوؤں میں انسان کے دل اور دماغ اور روح کو لپیٹ لیتی ہے۔اسلام کی ساری ہی تعلیم توحید باری کو قائم کرنے والی اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے والی ہے اور اسلام کا اقتصادی نظام ان خصوصیات کا ہی حامل ہے۔

میں نے بتایا تھا کہ اسلام کا اقتصادی نظام امہات الصفات (سورہ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ کی جو چار صفات بیان ہوئی ہیں) پر مبنی اور قائم ہے اور خصوصاً اس میں ہمیں رَبُّ الْعَالَمِیْنَ کے جلوے نظر آتے ہیں۔

ربّ کے معنی ہیں اوّل جس نے انسان کو پیدا کیا۔دوسرے یہ کہ جس نے ہر شخص کو مختلف قوتیں اور استعدادیں عطا کیں اور تیسرے یہ کہ جس نے ہر انسان کی روحانی، اخلاقی، ذہنی اور جسمانی طاقتوں اور قوتوں کو ایک دائرہ استعداد میں محدود اور مقید کیا۔جیسا کہ فرمایا:۔

فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا۔ (الفرقان:۳)

چوتھے معنی رب کے یہ ہیں کہ جس نے ان قوتوں کو زوال سے بچانے اور ہلاکت سے محفوظ رکھنے کے لئے جن چیزوں کی ضرورت تھی انہیں پیدا کیا۔پانچویں یہ کہ جس نے حقیقی اور کمال نشوونما کے سامان پیدا کئے اور ان صفات کی وجہ سے اسلام کا اقتصادی نظام بہت سے حقوق قائم کرتا ہے۔

وہ پہلا حق یہ قائم کرتا ہے کہ ہر فرد بشر کو اپنے دائرہ استعداد میں اپنی روحانی اخلاقی ذہنی اور جسمانی قوتوں کو نشوونما تک پہنچانے کے لئے جس چیز کی بھی ضرورت ہے وہ چونکہ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ نے اس کیلئے

پیدا کی ہے اس لئے یہ اس کا حق ہے کہ وہ چیز اسے ملے بطور حق کے نہ بطور احسان اور صدقہ و خیرات کے۔

دوسری اصولی بات جو ہمارے سامنے آتی ہے یہ ہے کہ ہر ایسا مطالبہ جو انسان کی جسمانی ذہنی اخلاقی اور روحانی قوتوں میں خلل پیدا کرنے والا اور ہلاکت کی طرف لے جانے والا ہے وہ حق نہیں باطل ہے اس لئے رد کر دیا جائے گا مثلاً یورپین اقوام کے عوام بعض دفعہ یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمیں شراب اتنی نہیں ملتی جتنی ہم پینا چاہتے ہیں یا سؤر کی چربی امیروں کو میسر ہے اور ہم بیچارے غریب اس سے محروم ہیں۔ یہ فقرہ میں نے اس لئے بولا ہے کہ جب میں آکسفورڈ گیا تو مجھے یہ خیال تھا کہ کہیں کالج والے مجھے غلط قسم کے کھانے نہ دیں چنانچہ میں پہلے ہی دن باورچی خانہ میں گیا جو بہت بڑا تھا اور سب سے بڑے باورچی سے جا کر کہا کہ ایک تو میں گوشت نہیں کھاؤں گا کیونکہ وہاں ذبیحہ نہیں ملتا تھا اور دوسرے تم جو مچھلی اور انڈا میرے لئے پکاؤ اس کو چربی میں نہ پکانا، مکھن میں پکانا وہ باورچی مسکرایا اور کہنے لگا غریب طالب علم یہاں پڑھنے کے لئے آتے ہیں وہ سؤر کی چربی کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتے یعنی ان کی مالی حالت ہی ایسی نہیں ہوتی کہ ہم ان کے لئے سؤر کی چربی خرید کر کھانا پکائیں اور ان سے پیسے لیں اگر ان حالات کو دیکھ کر غریب یہ کہے کہ سؤر کی چربی یا گوشت ہمیں بھی ملنا چاہئے تو اسلام کا اقتصادی نظام حرام چیز نہ صرف اس کو نہیں دے گا بلکہ جو امیر ہے اس کو بھی وہ حرام چیز نہیں دے گا۔ پھر دل بہلاوے کے لئے دنیا میں جوئے کی قسم کی بیسیوں کھیلیں بنائی گئی ہیں جن کے نتیجہ میں کروڑوں اربوں روپیہ غریب کا امیر کی تجوریوں کو بھرتا ہے۔ اس قسم کے دل بہلاوے جو ہیں ان کے مطالبے اسلام کا اقتصادی نظام منظور نہیں کرے گا وہ ایسے مطالبے کو رد کر دے گا کیونکہ یہ بھی ایک اقتصادی سوال ہی ہے یعنی پیسے کے ساتھ اس کا تعلق ہے اس کے نتیجہ میں ذہنی، اخلاقی اور روحانی گراوٹ پیدا ہوتی ہے اسی طرح عیاشی کے بہت سے مطالبات ہیں یورپین اقوام جب اپنی ذاتی دلچسپیوں کے لئے اور اپنے ملک کی خاطر لوٹ کھسوٹ کے لئے دوسرے ملکوں پر دھاوا بولتی اور وہاں فوجیں بھجواتی ہیں تو سپاہیوں کے ساتھ ایک فوج کنچنیوں کی بھی بھیجی جاتی ہے بہر حال یہ ان کا ایک مطالبہ ہے۔ لیکن اسلام عیاشی کے اس قسم کے مطالبات کو منظور نہیں کرتا۔ غرض ہر وہ مطالبہ جو جسمانی، ذہنی، اخلاقی اور روحانی قوتوں میں خلل پیدا کرنے والا ہوگا اسلام کا اقتصادی نظام اسے رد کر دے گا۔

تیسری خصوصیت ہمیں یہ نظر آتی ہے کہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے فَقَدَّرَہٗ تَقْدِیْرًا اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے لئے ایک قوت پیدا کی ہے اور ایک دائرہ مقرر کر دیا ہے۔ انسان اس سے باہر نہیں جا سکتا لیکن اگر کسی شخص کا یہ مطالبہ ہو کہ مجھے اتنے پیسے ملنے چاہئیں تا کہ میں یہ کروں وہ کروں (آگے مثال اس کو واضح کرے گی) اور وہ مطالبہ دائرہ استعداد سے آگے بڑھنے والا ہو تو اسلام کا اقتصادی نظام اسے رد کر دے گا مثلاً اگر کوئی طالب علم جو بالکل غبی ہے اور جس کی قابلیت میٹرک سے آگے پڑھنے کی ہے ہی نہیں یہ مطالبہ کرے کہ میں غریب ماں باپ کا بیٹا ہوں میں آگے پڑھ نہیں سکتا مجھے وظیفہ دیا جائے تا کہ میں کالج میں پڑھوں تو چونکہ کالج میں پڑھنے کی طاقت اور قوت ذہنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے نہیں دی گئی اس لئے اس کا یہ مطالبہ رد کر دیا جائے گا کیونکہ اس کا یہ حق نہیں بنتا اس کے اندر اس کی قوت ہی نہیں۔ اس کی قوت اور دائرہ استعداد اس کے حق کو معین کرتا اور اس کی حد بندی کرتا ہے یا ایک امیر کہے کہ میں نے اپنا کچھ روپیہ اپنے نا اہل بچہ کی تعلیم کے اوپر خرچ کرنا ہے تو صحیح اسلامی اقتصادی نظام اس امیر کو بھی خرچ نہیں کرنے دے گا کیونکہ اس کے نتیجہ میں کسی اور کی حق تلفی ہوتی ہے۔

دوسری مثال میں نے اس وقت جامعہ احمدیہ کی لی ہے میں سمجھتا ہوں کہ جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے ہر اس طالب علم کا حق ہے جو ذہنی، اخلاقی، جسمانی اور روحانی قوتوں کے لحاظ سے اس قابل ہو کہ وہ حقیقی معنی میں خادم دین بن سکے۔ قربانیاں دے سکے اور اس روح سے کام کر سکے جو روح ایک واقف زندگی میں ہونی چاہئے ایسا شخص ہی جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے مطالبہ کر سکتا ہے اگر ہم ایسے طالب علم کی بجائے ایک ایسے طالب علم کو داخل کر لیتے ہیں جس کا دائرہ استعداد جامعہ احمدیہ کے نقطہ نگاہ سے ایسا نہیں کہ وہ جامعہ احمدیہ میں علم حاصل کر کے اسلام کا مبلّغ بنے تو ہم کسی اور کی حق تلفی کر رہے ہیں کیونکہ اس کے لئے وہ روپیہ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ نے پیدا ہی نہیں کیا۔ اس نے ہر ایک کے لئے اتنا ہی پیدا کیا ہے جتنی اس کو استعداد اور قوت ملی ہے ایسے مطالبات جو انسان کی قوتوں کی کامل نشوونما میں روک بنیں رد کئے جائیں گے مثلاً قوت ابھرتی ہے اس سے کام لینے سے، قوت ابھرتی ہے آپس میں مقابلہ کروا کر اور اس کی مختلف صورتیں ہیں اور جدوجہد، مقابلہ اور مجاہدہ (یعنی حصول علم کے لئے کچھ کرنے، قربانی دینے اور تکلیف اٹھانے) کے بغیر صحیح نشوونما ہو نہیں سکتی۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ طلبہ کی طرف سے ناجائز رعایات کے مطالبے اسلام کا اقتصادی نظام نامنظور کر دے گا مگر اس کے ساتھ ہی ان کو سب جائز سہولتیں

بھی مہیا کی جائیں گی۔یعنی ہر جائز چیز، ہر جائز سہولت ان کو دی جائے گی۔ ہر وہ انتظام کیا جائے گا جو ان کی نشوونما میں مد ہو۔لیکن یہ مطالبہ کہ ہمیں مثلاً چالیس فیصد نمبروں پر سیکنڈ ڈویژن دی جائے یا اس قدر نمبروں پر ہمیں پاس کر دیا جائے بعض حالات میں ناجائز ہے۔

جن قوموں نے دنیوی لحاظ سے ترقی کی ہے انہوں نے اپنے بعض امتحانات کے لئے ستر فیصد نمبر لینے والے کو بھی فیل قرار دیا ہے ابھی چند مہینے ہوئے ایک پاکستانی احمدی کا خط میرے پاس آیا جو انگلستان میں ایک کورس کے لئے گئے تھے انہوں نے لکھا کہ میں نے پہلے تین پرچوں کا امتحان دیا دو پرچوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے نوے فیصدی سے اوپر نمبر ملے اور میں کامیاب ہو گیا۔لیکن ایک پرچہ میں مجھے صرف ستر فیصد نمبر ملے اور میں فیل ہو گیا ہوں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اگلے امتحان میں اس میں بھی کامیاب کر دے۔ پس جو دنیوی لحاظ سے آگے بڑھنے والی قومیں ہیں انہوں نے دنیوی ترقیات کے لئے اس نقطہ کو سمجھا ہے۔لیکن اصولی طور پر حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ ناجائز رعایت جو حقیقی نشوونما میں روک بنتی ہے جرأت کے ساتھ رد کر دینی چاہیئے لیکن طالب علم کو ہر وہ جائز سہولت میسر آنی چاہیے جو اس کی نشوونما میں مد اور معاون ہو اور اس کے لئے اسے مطالبہ کرنے کی ضرورت نہیں پڑنی چاہیے۔اس کے لئے اسے ایجی ٹیشن کی ضرورت نہیں پڑنی چاہیئے ہر چیز اسے میسر آنی چاہیئے جو اس کی ذہنی قوتوں کی نشوونما کو ان کے کمال تک پہنچانے والی ہو ان کی بہترین تعلیم کا انتظام کیا جائے اگر سائنس لی ہے تو بہترین اپریٹس (Apparatus) دیا جائے بہترین لائبریریاں قائم کی جائیں مناسب اور طیب غذا کا انتظام کیا جائے ایک مزدور اور ایک طالب علم کی غذائی ضروریات میں فرق ہے اس فرق کو مدنظر رکھا جائے۔اس کی ذہنی ارتقاء کے لئے با اخلاق ماحول ضروری ہے وہ پیدا کیا جائے پھر عقلمند اور ہمدرد اساتذہ ضروری ہیں خود اعتمادی اور عزت نفس پیدا کرنے کے لئے سینکڑوں وسائل ہیں جو انہیں میسر آنے چاہئیں تا کہ ہمارا بچہ، ہمارا ایک مسلمان بچہ (میں اس وقت اسلام کے اقتصادی نظام کے متعلق بات کر رہا ہوں) پوری طرح خود اعتمادی کے وصف سے متصف ہو۔ اس میں عزت نفس ہو، وہ با اخلاق ہو، جو ہمدردانہ اور مشفقانہ سلوک اس نے اپنے اساتذہ سے پایا وہی ہمدردانہ اور مشفقانہ سلوک وہ آگے پہنچانے والا ہو اس کی غذائی ضرورتیں جو تعلیم کے لحاظ سے ضروری ہیں اسے میسر آنی چاہئیں مثلاً کوکا کولا یا سیون اپ کی بجائے طالب علم کو دودھ پینا چاہیئے اتنی رقم اگر وہ دودھ پر خرچ کرے اور وہ اس کو ہضم

کر سکتا ہو (کیونکہ بعض انسان دودھ ہضم نہیں کر سکتے) تو یہ اس کے لئے بہتر ہے اگر کوئی شخص دودھ ہضم نہیں کر سکتا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے بعض ایسی چیزیں پیدا کی ہیں کہ اگر وہ دودھ میں ملا دی جائیں تو وہ ہضم ہو جاتا ہے مثلاً سونٹھ کی گٹھی ہے ربۃ البیت جب دودھ کو ابالنے کے بعد رکھتی ہے تو اگر وہ اس میں سونٹھ کی ایک گٹھی ڈال دے تو ایک تو دودھ پھٹے گا نہیں، دوسرے اس کا وہ بچہ بھی اس دودھ کو ہضم کر لے گا جو عام طور پر اسے ہضم نہیں کرتا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے طریق ہیں جن کو اختیار کر کے دودھ کو ہضم ہونے کے قابل بنایا جا سکتا ہے۔ بہر حال ایک طالب علم کو مناسب اور طیب غذا ملنی چاہئے اسے مناسب ماحول ملنا چاہئے اسے با اخلاق ماحول ملنا چاہئے اساتذہ کا انتخاب سفارشوں کی بجائے ان کے استاد ہونے کی اہلیت اور تربیت کرنے کی اہلیت کی بناء پر کرنا چاہئے تا کہ طلبہ میں خود اعتمادی پیدا ہو ان میں عزت نفس پیدا ہو۔ جس قوم کا ہر بچہ اپنی قوت اور استعداد کو اپنے کمال تک پہنچاتا ہے وہ قوم اپنے کمال کو پہنچ گئی لیکن جس قوم کے نصف بچوں کی قوتیں اور استعدادیں اپنے نشو و نما میں کمال کو نہ پہنچ سکیں تو وہ قوم اپنے کمال کو نہیں پہنچ سکتی۔ یہ بات اس قوم کی غلط پالیسی کے نتیجہ میں ہو یا اس کے غلط منصوبوں کے نتیجہ میں۔ اس کی جہالت کے نتیجہ میں ہو یا اس بات کو نہ سمجھنے کے نتیجہ میں ہو کہ ہر بچہ کی قوتوں کو ان کے کمال تک پہنچانا چاہئے۔ بہر حال جس قوم کے نصف بچوں کی قوتیں اور استعدادیں اپنے کمال کو نہیں پہنچتیں وہ آدھی قوم ہے، پوری قوم نہیں اور وہ اس قوم کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ جس قوم کے ہر فرد بشر نے اپنی ہر قوت اور کمال اور طاقت کو نشو و نما میں اپنے کمال تک پہنچا دیا ہے۔

چوتھی بات اسلامی اقتصادی نظام میں ہمیں یہ نظر آتی ہے کہ ہر فرد بشر کی سب جائز ضرورتیں اسلام کے اقتصادی نظام میں پوری ہوں گی اور اس کے سارے حقوق کی حفاظت کی جائے گی۔ میں دو ایک مثالیں دے سکتا ہوں اور ان مثالوں میں اس طرف اشارہ کر دیتا ہوں تا آجکل جو مختلف الجھنیں ہیں وہ اس وقت سننے والوں کے سامنے آجائیں مثلاً مزدور کو نقصان پہنچانے کے لئے سرمایہ دار کو یہ حق نہیں ہوگا کہ وہ لاک آوٹ (Lockout) یعنی تالا بندی کرے دنیا نے ظالمانہ غصہ نکالنے کا ایک طریق یہ بھی ایجاد کیا ہے کہ جس وقت مزدور اپنے جائز حقوق کا مطالبہ کرتا ہے تو اس کو تنگ کرنے کیلئے سرمایہ دار اپنے دروازوں پر تالے ڈال دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم نہ تم سے کام لیں گے اور نہ مزدوری دیں گے ایسا کرنے کی اجازت اسلام کا اقتصادی نظام نہیں دے گا۔ اسی طرح مزدور کو بھی سٹرائیک (Strike) کے ذریعہ

اپنے حقوق حاصل کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ کیونکہ اسے بغیر سٹرائیک (Strike) کے حقوق مل رہے ہوں گے۔ غربت اور حقیقی ضرورتوں سے محرومی کی زنجیروں نے اسے اپنے شکنجہ میں نہ جکڑا ہوگا کہ وہ انہیں توڑنے کی ضرورت محسوس کرے یہ صحیح ہے کہ اسے نکما بیٹھنے کی اجازت نہ دی جائے گی کیونکہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جانا نشوونما کو کمال تک پہنچانے کی ضد ہے لیکن اگر تلاش روزگار کے باوجود اسے کام نہ ملے یا اس کا دائرہ استعداد اس کی اور اس کے خاندان کی ضرورتوں کو پورا نہ کر سکے تو اسلام کا اقتصادی نظام اس کی ضرورتوں کو پورا کرے گا۔ مثلاً ایک شخص کو صرف اتنی طاقت ملی ہے کہ وہ درمیانہ درجہ کی مزدوری کر سکتا ہے اور وہ مزدوری کرتا بھی ہے لیکن صرف اتنے پیسے کماتا ہے کہ جس سے تین آدمیوں کا شریفانہ گزارہ ہو سکے لیکن جہاں اللہ تعالیٰ نے اس کو کمانے کی قوتیں دوسروں کے مقابلہ میں کم دیں اس نے اس کو ایک اور نعمت سے نوازا اور اس کو ایک بچہ کی بجائے آٹھ بچے دے دیئے یا اس کو ایک بچہ دیا جو اتنا ذہین ہے کہ اگر اس کے ذہن کی پوری نشوونما ہو سکے تو وہ ڈاکٹر عبدالسلام بن سکتا ہے یعنی اپنے علم میں اپنے مضمون میں وہ دنیا کے چوٹی کے دماغوں کا مقابلہ کر سکتا ہے تو ایسے مزدور کو بھی فکر کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کے آٹھ بچوں کا پیٹ پالنا بھی اسلام کے اقتصادی نظام کی ذمہ داری ہے اور اس بچہ کی صحیح نشوونما کر کے اس کی ذہنی طاقت کو اور قوت کو اور استعداد کو اس کے کمال تک پہنچانا کہ وہ دنیا کے گنتی کے چند سائنس دانوں میں شمار ہونے لگے۔ اس کمال تک پہنچانا بھی اسلام کے اقتصادی نظام کی ذمہ داری ہے خدا تعالیٰ کی کسی نعمت کو ٹھکرا کر خدا تعالیٰ کا ناشکرا بندہ بننے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

پانچویں یہ کہ قوتوں اور استعدادوں میں تفاوت رَبُّ الْعَالَمِیْنَ نے پیدا کیا ہے اس تفاوت کو تسلیم کرنا بندہ خدا کا کام ہے۔ اس کے نتیجہ میں حسد نہیں پیدا ہونا چاہئے اس کے نتیجہ میں نفرت اور بغض نہیں پیدا ہونا چاہئے اس کے نتیجہ میں استہزا اور حقارت کے جذبات نہیں پیدا ہونے چاہئیں (کسی دماغ میں یہ پیدا ہو سکتے ہیں اور کسی دماغ میں وہ پیدا ہو سکتے ہیں) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو دوسرے کا خادم بنانے کے لئے یہ تفاوت رکھا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عاجزی کے مقام پر لانا تھا۔ سرمایہ دار کو بھی اللہ تعالیٰ نے خادم بنایا اور وہ اس طرح کہ اس کو کہا کہ تو ان بیکسوں یتامیٰ اور مساکین کے لئے جا کر محنت کر اور پیسے کما کیونکہ جب اس نے پیسے کمائے تو خدا نے یہ نہیں کہا کہ میں نے جو قوت تمہیں دی تھی اس قوت کی وجہ سے تم نے پیسے کمائے ہیں میں نے تمہیں جو ذہن دیا تھا اور میں نے تمہیں جو انتظامی

قابلیت دی تھی اس کے نتیجہ میں تو لاکھ پتی ہو گیا ہے اس لئے یہ مال تیرا ہے جس طرح تو چاہے اسے خرچ کر۔ خدا تعالیٰ نے اسے یہ نہیں کہا بلکہ اس نے اسے یہ کہا کہ میں نے تمہیں جو قوتیں بھی دی تھیں وہ بطور خادم کے دی تھیں تو نے ان قوتوں کا صحیح استعمال کر کے مال کو جمع کر لیا ہے اور بطور خادم کے جمع کیا ہے۔ اب میں تمہیں یہ کہتا ہوں کہ میں نے یتامیٰ اور مساکین (یا جن کو ہم سائل اور محروم بھی کہہ دیتے ہیں) کے حقوق تمہارے مال میں مقرر کئے ہیں اس لئے تو یہ مال ان کے ہاتھوں میں جا کر دے۔ غرض ایک امیر کو بھی خادم بنایا اور ایک غریب کو بھی خادم بنایا ہر ایک کو اپنے مقابلہ میں اس کا مقام بتا دیا اور وہ عاجزی کا مقام ہے اور ہر ایک کو کہا کہ دوسرے سے استہزا نہیں کرنا، نفرت نہیں کرنی دشمنی نہیں کرنی، حقارت سے پیش نہیں آنا، سب کو اخوت اور ہمدردی اور شفقت اور محبت کے بندھنوں میں باندھ دیا اور کہا کہ جو معاشرہ ہم قائم کرتے ہیں اس میں ہر قوت چھوٹی ہو یا بڑی خادم کی حیثیت رکھتی ہے۔ معزز وہی ہے جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرے۔ نہ سرمایہ دار کی دولت اس کی عزت کا باعث ہے اور نہ کوئی مزدور اور کسان تمسخر اور استہزا کا نشانہ۔ دونوں بھائی شانہ بشانہ کھڑے ہیں۔

چھٹی بات جو اس اقتصادی نظام میں جو خدا تعالیٰ کی صفات پر مبنی ہے (میں صفات کو لے رہا ہوں) وہ یہ ہے کہ جو لوگ خود نہیں کما سکتے ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمانیت کے جلوے اس نظام میں نظر آتے ہیں۔ مثلاً ایک بچہ ہے وہ خود نہیں کما سکتا اس لئے باپ کو کہا کہ تو نے اس بچہ کا حق ادا کرنا ہے۔ بعض ماں باپ عدم تربیت کی وجہ سے بچوں کے حقوق ادا نہیں کرتے اور کہہ دیتے ہیں کہ ہم ماں باپ ہیں اس لئے جو چاہیں کریں۔ خدا کے نزدیک جو چاہیں کریں کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تم ماں باپ ہو بچہ کا فرض ہے کہ وہ ماں باپ کا احترام تمہیں دے اور یہ بچہ ہمارا بچہ ہے تمہارا فرض ہے کہ اس کے حقوق تم ادا کرو یا مثلاً ایک شخص بیمار ہو جاتا ہے۔ وہ ایک ہی شخص کمانے والا ہے اور وہ اتنا ہی روز کماتا ہے کہ جس میں اس کا اور اس کے خاندان کا گزارہ ہوتا ہے ایک دن وہ بیمار ہو گیا اسے ملیریا بخار ہو گیا اور وہ دو دن کیلئے مزدوری نہ کر سکا تو اسلام کے اقتصادی نظام میں ان دو دنوں کی اجرت بھی اسے ملے گی کیونکہ کوئی اور شخص اس کیلئے کما رہا ہے اور اس کی ضرورت کو پورا کیا جا رہا ہے۔ کسی کی محنت کے نتیجہ میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمانیت کے جلوہ کے نتیجہ میں۔

ساتویں بات ہمیں اس نظام میں یہ نظر آتی ہے کہ اس نظام میں ہر شخص خدائے رحیم کی رحیمیت کے

حسن کا گرویدہ ہے کیونکہ جو مزدوری وہ کرتا ہے اس کے متعلق انتظام کیا گیا ہے کہ اسے اجرت صحیح اور بر وقت ملتی رہے۔

اور آٹھویں یہ کہ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ اس نے ہر فرد بشر کی قوت کا دائرہ محدود اور معین کر دیا ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کسی مزدور سے اس کی طاقت سے زیادہ کام نہیں لیا جا سکتا۔ جس طرح کوئی غریب یا مسکین اپنے دائرہ استعداد سے بڑھ کر کوئی مطالبہ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح کوئی شخص اس کی طاقت اور استعداد سے زیادہ کام نہیں لے سکتا۔ (لیکن دائرہ استعداد میں کمال نشو ونما وارتقاء کے سب سامان اس کے لئے فراہم اور مہیا کئے جائیں گے) کیونکہ یہ ربوبیت عالمین کے خلاف ہے اور اسلامی اقتصادی نظام اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اس لئے کسی سے بھی اس کے دائرہ استعداد سے بڑھ کر کام لینے کی اجازت نہیں۔ پس یہ نظام طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا۔ مگر جہاں تک حقیقی ضرورتوں کا سوال ہے وہ سب پوری کی جاتی ہیں۔

اس نظام میں اللہ تعالیٰ کے مالک ہونے کے جلوے بھی ہمیں نظر آتے ہیں کوئی شخص اقتصادی لحاظ سے اپنا یا غیر کا حق اسلام کے اقتصادی نظام میں قائم نہیں کرتا بلکہ سارے حقوق خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں مقرر کئے ہیں امیر کے بھی اور غریب کے بھی۔ اس نے جائز راستے کمانے کے بھی بتائے اور جائز راستے خرچ کے بھی بتائے۔ ناجائز کمائی کے راستوں کو بھی بند کیا اور ناجائز خرچ کے راستوں کو بھی بند کیا۔ اسلام کا اقتصادی نظام اللہ تعالیٰ کی مالکیت کو ثابت کرتے ہوئے کسی انسان کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ اپنا یا کسی غیر کا حق قائم کرے بلکہ حقوق کے قیام کا سارے کا سارا حق اللہ تعالیٰ کو دیتا ہے اس لئے باہمی رنجشوں کے پیدا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے سورہ یٰس میں فرمایا ہے:۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ (یٰس: ۴۸)

کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے اس سے اگر وہ یہ نتیجہ نکالیں کہ اللہ کی اس عطا کو جس طرح وہ چاہیں انہیں خرچ کرنے کا حق ہے تو یہ غلط ہے وہ کہتے تو یہ ہیں:

اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ

کہ جسے اللہ چاہتا خود ہی دے دیتا ہمارے ذریعہ اس نے کیوں دلوانا تھا وہ تو سارے خزانوں کا مالک

ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہیں تو یہ رزق اس لئے دیا گیا ہے کہ تمہیں ابتلا میں ڈالا جائے یہ دنیا تو ابتلا اور امتحان کی دنیا ہے تمہیں یہ رزق میں نے اس لئے دیا ہے کہ میں تمہیں خادم بنانا چاہتا تھا میں نے تمہیں خادم بنایا ہے اور تمہیں کہا ہے کہ تم لاکھوں روپے کماؤ تا کہ ان یتامیٰ اور مساکین کی لاکھوں کی ضرورت پوری کی جائے جن کو ہم نے براہ راست نہیں دیا اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ تمہیں یہ باتیں کھلی کھلی گمراہی اور حقیقت سے ناواقفیت اور اللہ تعالیٰ کی صفات سے جہالت کا نتیجہ ہیں۔ تو اس قسم کے میلان اور رجحان کو اسلام کا اقتصادی نظام تسلیم نہیں کرتا۔ دنیا میں مختلف فلسفیانہ نظریے یا سکولز آف تھاٹ (Schools of Thought) ہیں اور انہوں نے کچھ حقوق مقرر کئے ہیں۔ لیکن اسلام کسی انسان کے قائم کردہ حقوق کو تسلیم ہی نہیں کرتا۔ اسلام ہر دائرہ میں (اقتصادی دائرہ میں بھی) صرف اس حق کو تسلیم کرتا ہے جس کو خود اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے اور جس حق کو اللہ نے قائم نہیں کیا اسے اسلام حق تسلیم نہیں کرتا۔

عبادت کا دوسرا تقاضا یہ ہے کہ اطاعت صرف اللہ کی کی جائے۔ یعنی شعار عبودیت میں غیر اللہ کو شریک نہ بنایا جائے اس سے جیسا کہ میں نے بتایا تھا انسان غیر اللہ کی غلامی سے یکسر آزاد ہو جاتا ہے۔ اللہ کے غیر کی غلامی کی جو مختلف شکلیں ہمیں نظر آتی ہیں ان میں سے ایک اقتصادی غلامی بھی ہے۔ ایک کتاب ہے ''Waters Flowing East Word'' اس میں اس بات پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ بعض منصوبے دنیا میں اس لئے بھی بنائے گئے ہیں کہ تمام انسانوں کو اقتصادی زنجیروں میں جکڑ کر غلام بنا دیا جائے اور اس کے لئے ایک طریق یہ اختیار کیا گیا ہے کہ بین الاقوامی سطح پر امدادی قرضے دیئے جائیں۔ اس کتاب میں اس پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے کہ ان قرضوں سے کیا کیا خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور کس قسم کی زنجیریں انسان یا قوموں کے گرد لپٹ جاتی ہیں۔ اس کی تفصیل شاید میں کسی اور موقعہ پر بیان کروں اس وقت میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ تقاضا بھی اسلام کے اقتصادی نظام کو پورا کرنا چاہئے تھا اور یہ اقتصادی نظام اسے پورا کرتا ہے اور انسان کو ہر قسم کی غلامی سے آزاد کرتا ہے۔ مثلاً بین الاقوامی قرضوں کی بنیاد جیسا کہ اس کتاب نے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے سود پر ہے سودی قرضے دیئے جاتے ہیں مثلاً دس کروڑ روپیہ قرض دیا اور اس کی میعاد تیس سال مقرر کر دی یعنی وہ بڑی رعایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تیس سال میں قرضہ واپس کر دینا اور پانچ فیصدی سود دیدینا اور تیس سال تک پانچ فیصد

سود دینے کا مطلب یہ ہے کہ ہر کروڑ روپیہ پر ڈیڑھ کروڑ روپیہ سود ادا کیا جائے گا اور سرمایہ اسی طرح باقی رہے گا کتاب میں بتایا گیا ہے کہ منصوبہ بنانے والوں نے جان بوجھ کر یہ منصوبہ بنایا ہے تا اقوام عالم کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا جائے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک مسلمان کو یہ کہا کہ

تَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡبِرِّ وَالتَّقۡوٰى وَلَا تَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ (المائدہ: ۳)

اپنے باہمی تعلقات میں وہ اندرون ملک ہوں یا بیرون ملک ایک دوسرے سے تعاون کرو۔ میں نے اس وقت بین الاقوامی تعلقات کی مثال دی ہے اس لئے میں انہی کی روشنی میں اس آیت کے معنے کروں گا کہ تمہارے بین الاقوامی تعلقات نیکی اور تقویٰ کے اصول پر مبنی ہوں اور گناہ یعنی حقوق اللہ کے توڑنے اور زیادتی اور عدوان یعنی حقوق العباد کے توڑنے میں ایک دوسرے کے مدد اور معاون کبھی نہ بننا۔غرض حقوق اللہ کو قائم کرنے اور حقوق اللہ کی ادائیگی کے لئے بین الاقوامی تعلقات مضبوط اور پختہ طور پر استوار کرنے چاہئیں نہ اس لئے کہ اقوام عالم کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا جائے۔ کیونکہ اللہ کا بندہ صرف ایک کا غلام بن سکتا ہے یعنی اپنے مقصد پیدائش کے لحاظ سے صرف ایک ہی ذات کا انسان غلام بن سکتا ہے اور وہ اللہ کا وجود ہے اور ہر وہ غلامی جو اس غلامی کے علاوہ ہے خدا کی نگاہ میں محبوب اور پیاری نہیں اور نہ انسان کو اس غرض کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔اس لئے اسلام کے اقتصادی نظام میں ہر قسم کی اسیری اور غلامی کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔صرف ایک کی غلامی ہے۔عبودیت واحد و یگانہ ہی کے لئے ہے اور اس پر ہم سب کو فخر کرنا چاہئے۔ باقی پھر انشاءاللہ

(روزنامہ الفضل ربوہ ۳۰؍جولائی ۱۹۶۹ء صفحہ ۳ تا ۶)

☆......☆......☆